امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمہ
محمد رئیس اختر مصباحی بارہ بنکوی

محمد رئیس اختر مصباحی بارہ بنکوی، جامعہ اشرفیہ مبارک پور

نام و نسب:

آپ کا نام ”نعمان“ کنیت ”ابو حنیفہ“ اور لقب ”امام اعظم“ ہے، آپ کا سلسلۂ نسب اس طرح ہے:

نعمان بن ثابت بن نعمان بن مرزبان تیمی کوفی۔

قاضی حسین صیمری نے آپ کے پوتے حضرت اسماعیل بن حماد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ قول نقل کیا ہے:

أناإسماعيل بن حماد بن النعمان بن ثابت بن النعمان بن المَرْزُبان من أبناء فارس من الأحرار، والله ما وقع وعلينا رق قط، ولد جدّي سنة ثمانين وذهب ثابت إلى علي بن أبي طالب رضي الله عنه وهو صغيرفدعاله بالبركة فيه و في ذريته، ونحن نرجو أن يكون الله تعالىٰ قد استجاب ذلك لعلي بن أبي طالب رضي الله تعالىٰ عنه فينا.(أخبار أبي حنيفة وأصحابه،ص:١٤)

ترجمہ: میں اسماعیل بن حماد بن نعمان بن ثابت بن مرزبان ہوں ہم فارسی النسل ہیں خدا کی قسم! ہم کبھی کسی کی غلامی میں نہیں رہے، ہمارے دادا (امام اعظم ابو حنیفہ) ۸۰ھ میں پیدا ہوئے، ہمارے دادا ثابت بچپن میں حضرت علی بن ابی طالب کے پاس گئے، حضرت علی نے ان کے لیے اور ان کی اولاد کے لیے دعاے برکت فرمائی، ہمیں امید ہے کہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ دعا ہمارے حق میں قبول فرمائی ہوگی۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ امام اعظم کے دادا کا نام ”نعمان بن مرزبان“ ہے، جب

کہ بعض روایات میں ان کا نام ”زوطیٰ بن ماہ“ بیان کیا گیا ہے جیسا کہ ابن خلکان ”وفیات الاعیان“ میں رقم طراز ہیں:

”أبو حنيفة النعمان بن ثابت بن زوطیٰ بن ماه الفقيه الكوفي“

(وفيات الأعيان و أبناء أبناء الزمان، الإمام أبو حنيفة، ج:٥، ص:٤٠٥)

علما نے اس اختلاف کی توجیہ یہ کی ہے کہ نعمان کا لقب ”زوطی“ اور مرزبان کا لقب ”ماہ“ تھا اب کسی نے نام ذکر کیا اور کسی نے لقب۔(الخیرات الحسان، فصل:۲،ص:۴۹-۵۰)

یا دامن اسلام سے وابستہ ہونے سے پہلے ”نعمان“ کا نام زوطی اور ”مرزبان“ کا نام ماہ تھا، اس صورت میں دادا اور پر دادا دونوں کے دو نام ہوئے، ایک نام قبول اسلام سے پہلے کا اور دوسرا قبول اسلام کے بعد کا، اس لحاظ سے دیکھا جائے تو حقیقت میں کوئی اختلاف نہیں۔

(المصدر السابق،ص:٥٠)

کنیت:

امام اعظم کی کنیت ”ابو حنیفہ“ ہے اس پر تمام محققین اور تذکرہ نگار حضرات متفق نظر آتے ہیں اور اس بات پر بھی اتفاق رکھتے ہیں کہ آپ کے صرف ایک بیٹے تھے جن کا نام ”حماد“ تھا اس سے یہ معلوم ہوا کہ یہ آپ کی حقیقی کنیت نہیں، تذکرہ نگاروں نے یہ کنیت اختیار کرنے کی مختلف توجیہات کی ہیں، ان میں سے چند توجیہات حسب ذیل ہیں:

(۱) یہ کنیت وصفی معنی کے اعتبار سے ہے یعنی أبو الملة الحنيفة قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ”فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا“ امام اعظم نے اسی نسبت سے اپنی کنیت ”ابو حنیفہ“ اختیار کی۔

(۲) آپ کے پاس ہمیشہ دوات رہتی تھی اور عراقی زبان میں دوات کو ”حنیفہ“ کہتے ہیں، اس لیے آپ کی کنیت ”ابو حنیفہ“ (دوات والے) ہوگئی۔

(۳) حنیفہ، حنیف کی تانیث ہے جس کا معنی ہے عبادت گزار، دین کی طرف راغب ہونے والا۔(مصدر سابق:۵۲)

مولد و مسکن:

آپ کی ولادت کے تعلق سے تین روایتیں ملتی ہیں:

(۱) ۸۰ھ میں ہوئی۔ اس تعلق سے آپ کے پوتے اسماعیل بن حماد کا ذکر گزر چکا وہ فرماتے ہیں: ولـــد جدّي سـنة ثمانين۔ (میرے دادا کی ولادت ۸۰ھ میں ہوئی)

(۲) آپ کی ولادت ۷۰ھ میں ہوئی۔ امام ابن حبان نے اپنی کتاب "الجرح والتعديل" اور علامہ بدرالدین عینی نے "عمدة القاری شرح صحيح البخاری" میں آپ کا سن ولادت ۷۰ھ لکھا ہے، آخر الذکر کی عبارت یہ ہے "وقيل: مولده سنة سبعين" (ایک قول یہ ہے کہ آپ کی ولادت ۷۰ھ میں ہوئی) (عمدة القاری شرح صحيح البخاری، باب صلاة الإمام ودعائه لصاحب الصدقة خذ من أموالهم صدقة تطهّر هم، ج:١٤،ص:١٠٧)

(۳) آپ کی ولادت ۶۱ھ میں ہوئی۔ مشہور مورخ ابن خلکان فرماتے ہیں:

قيل:" كانت ولادة أبي حنيفة سنة إحدى و ستين للهجرة "(وفيات الأعيان،ج:٥، ص:٤١٣)

لیکن اکثر مورخین کا قول یہ ہے کہ آپ کی ولادت ۸۰ھ میں عراق کے دارالحکومت کوفہ میں ہوئی، علامہ ابن حجر مکی فرماتے ہیں:

"الأكثرون على أنه ولدسنة ثمانين بالكوفة في خلافة عبد الملك بن مروان" (الخيرات الحسان، فصل:٣، ص:٥١)

ترجمہ: (اکثر مورخین کے نزدیک آپ کی ولادت کوفہ میں عبدالرحمٰن بن ملک مروان کے دور حکومت میں ۸۰ھ میں ہوئی)

آپ کی ولادت کوفہ میں ہوئی اس لیے کوفہ کا بھی مختصر تعارف ضروری ہے۔

کوفہ وہ مبارک شہر ہے جسے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے فاتح ایران حضرت سعد بن ابی وقاص نے ۱۷ھ میں بسایا تھا، اس مبارک شہر میں ایک ہزار سے زیادہ صحابہ کرام آباد ہوئے، جن میں ستر اصحاب بدر اور تین سو اصحاب بیعت رضوان تھے، ابن سعد نے "الطبقات

الکبریٰ“ میں کوفہ اور اہل کوفہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

”هبط الكوفة ثلاث مائة من أصحاب الشجرة وسبعون من أهل بدر“(الطبقات الكبرىٰ لابن سعد باب الكوفيين ج:٦،ص:٩)

امام اعظم کی ولادت کے وقت بھی یہاں بہت سے صحابۂ کرام موجود تھے ان میں سے بعض آپ کے آغاز شباب تک زندہ رہے۔امام ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

”أدرك الإمام أبوحنيفة جماعة من الصحابة لأنه ولد بكوفة سنة ثمانين من الهجرة وبها يومئذ من الصحابة: عبد الله بن أبي أوفى فإنه مات بعد ذلك بالاتفاق و بالبصرة يومئذ أنس بن مالك ومات سنة تسعين أو بعدها“(تبييض الصحيفة ،ص:١٠-١١)

آپ کی ملاقات کتنے صحابہ سے ہوئی اس میں اختلاف ہے، سات صحابۂ کرام سے ملاقات کی صراحت تو خود امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمائی ”تبییض الصحیفہ“ میں ہے:

قال أبو حنيفة:لقيتُ من أصحاب رسول الله ﷺسبعة[وهم] (ا) انس بن مالك (٢)وعبد الله بن جزء الزبيدي (٣)وجابر بن عبد الله (٤)ومعقل بن يسار (٥)وواثلة بن الأسقع (٦)وعائشة بنت عجرد (٧)عبد الله بن أنيس رضي الله عنهم.(المصدر السابق)

آپ نے حضرت انس سے تین حدیثیں، حضرت ابن جزز بیدی سے ایک، حضرت واثلہ سے دو، حضرت جابر سے حضرت عبداللہ بن انس سے ایک، حضرت عائشہ بن عجرد سے ایک اور حضرت عبداللہ بن اوفی سے ایک حدیث روایت کی۔(المصدر السابق)

تعلیم:

امام اعظم کا خاندانی پیشہ تجارت تھا، ابتدائی دور میں آپ اسی میں مصروف رہے، بعد میں کوفہ کے مشہور امام حضرت امام شعبی کی ترغیب وتلقین سے تحصیل علم کی طرف متوجہ ہوئے، ابتداً آپ کی توجہ علم کلام کی طرف تھی، خداداد صلاحیت اور ذہانت وفطانت کی بنیاد پر بہت جلد اس میں کمال حاصل کر لیا اور ایک عرصے تک بحث ومناظرہ میں مشغول رہے، لیکن پھر آپ نے

دیکھا کہ مسلمانوں کے عوام خواص حکام وقضاۃ اور زہّاد سب کو جس چیز کی ضرورت ہے وہ فقہ ہے چناں چہ آپ کی توجہ مناظرہ سے ہٹنے لگی، آپ کے اس خیال کو مزید تقویت اس سے ملی کہ ایک دن آپ کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے پوچھا کہ سنت طریقہ پر طلاق دینے کی کیا صورت ہے؟ یہ خود نہ بتا سکے، اس سے کہا کہ حضرت حماد سے جا کر پوچھ لے، وہ جو بتائیں گے آ کے بتا دینا، حضرت حماد کو گھر قریب ہی تھا، تھوڑی ہی دیر میں وہ عورت واپس آئی اور امام حماد کا جواب بتایا، حضرت امام اعظم فرماتے ہیں کہ اس واقعے سے مجھے بہت غیرت آئی، میں اٹھا اور امام حماد کے حلقۂ درس میں شریک ہو گیا۔(الخیرات الحسان، فصل:۹، ص:۶۳)

اس طرح امام اعظم ابو حنیفہ علم کلام کے بعد علم فقہ کی طرف متوجہ ہوئے اور حضرت حماد بن سلیمان کے حلقۂ درس میں شامل ہو گئے اور انتہائی ذوق و شوق محنت و لگن کے ساتھ اٹھارہ سال تک ان کے خوان علم سے فیض یاب ہوتے رہے۔(تاریخ بغداد، ج:۱۳، ص:۳۳۴)

ابتدا میں تو حضرت حماد نے آپ کی طرف کوئی توجہ نہ کی لیکن چند ہی ایام میں بھانپ لیا کہ پورے حلقۂ درس میں ذہانت و فطانت اور فہم و فراست میں آپ کا کوئی ہم پلہ نہیں؛ اس لیے انھوں نے حکم دیا کہ ابو حنیفہ کے سوا کوئی اور شخص صدر مجلس میں میرے سامنے نہ بیٹھے۔(تاریخ بغداد، ذکر من اسمہ النعمان، ج:۱۳، ص:۳۳۳)

اس طرح آپ دس سال ان کی صحبت بافیض میں رہ کر فقہ کی تعلیم حاصل کرتے رہے، پھر آپ کے دل میں خیال آیا کہ اپنا حلقۂ درس الگ قائم کر لیں، ایک دن اسی عزم و ارادے سے شام کے وقت گھر سے نکلے، لیکن جیسے ہی مسجد میں داخل ہوئے اور حضرت حماد پر نظر پڑی دل نے ان سے الگ ہونا گوارہ نہ کیا اور ان کی مجلس میں آ کر بیٹھ گئے، اسی شب خبر آئی کہ حضرت حماد کے ایک قریبی رشتہ دار کا انتقال ہو گیا ہے اور ان کے علاوہ مرحوم کا کوئی دوسرا وارث بھی نہیں چناں چہ وہ سفر پر روانہ ہو گئے اور آپ کو اپنی جگہ بٹھا دیا اور دو ماہ تک اپنے حلقۂ درس میں حاضر نہ ہو سکے۔(المصدر السابق)

تحصیل حدیث:

چوں کہ احادیث فقہ کی بنیاد اور کتاب اللہ کے معانی و مطالب کی اساس ہیں؛ اس لیے امام

اعظم نے بڑی لگن، محنت اور دل جمعی کے ساتھ حدیث کی تحصیل کی، یہ وہ زمانہ تھا جب حدیث کا درس شباب پر تھا، کوفہ میں کوئی ایسا محدث نہ تھا جس سے آپ نے حدیث اخذ نہ کی ہو، آپ نے کوفہ کے ایسے ۲۹؍ محدثین سے حدیث حاصل کی جن میں اکثر تابعی تھے، آپ کے مشائخ حدیث میں امام شعبہ بھی ہیں، سفیان ثوری نے انھیں امیر المومنین فی الحدیث کہا ہے۔ امام شعبہ کو حضرت امام اعظم سے قلبی لگاؤ تھا انھوں نے آپ کے بارے میں فرمایا: "جس طرح مجھے یقین ہے آفتاب روشن ہے اسی طرح یہ بھی یقین ہے کہ علم اور ابو حنیفہ ہم نشیں ہیں"، یحیی بن معین جو امام بخاری کے استاذ ہیں ان سے کسی نے امام اعظم کے بارے میں پوچھا کہ ان کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ فرمایا: اس قدر کافی ہے، کہ "شعبہ" نے انھیں حدیث روایت کرنے کی اجازت دی، شعبہ آخر شعبہ ہی تھے۔

نیز اس کے لیے مدینہ، مکہ اور بصرہ کے متعدّد اسفار کیے جو علما و مشائخ کے مراکز تھے خاص کر حرمین شریفین میں کافی دنوں تک قیام فرمایا کیوں کہ ایام حج میں یہاں پوری دنیاے اسلام سے ائمۂ حدیث و تفسیر و فقہ جمع ہوتے تھے، اس لیے ان دنوں ان سے اخذ فیض کا اچھا موقع ملتا تھا، آپ اس موقع کا پورا پورا فائدہ اٹھاتے تھے اور سماع حدیث کرتے تھے۔

اساتذہ و شیوخ:

آپ نے تقریباً چار ہزار مشائخ سے کسبِ علم فرمایا، جیسا کہ "الخیرات الحسان" میں علامہ ابن حجر ہیتمی مکی لکھتے ہیں:

"هم كثيرون، لايسع هذاالمختصر ذكرهم، وقد ذكر منهم الإمام أبو حفص الكبير أربعةآلاف شيخ، وقال غيره: له أربعةآلاف شيخ من التابعين، فما بالك بغير هم؟"

(الخيرات الحسان، الفصل السابع فی ذكر شيوخه، ص:٦١)

ترجمہ: "آپ کے مشائخ بہت ہیں اس مختصر میں ان کے ذکر کی گنجائش نہیں، امام ابو حفص کبیر نے چار ہزار مشائخ کا ذکر کیا ہے ان کے علاوہ دوسرے حضرات نے کہا کہ چار ہزار مشائخ تو تابعین میں سے ہیں تو غیر تابعین میں سے کتنے ہوں گے؟"

"تہذیب الکمال" سے آپ کے بعض اساتذہ کے اسماذکر کیے جاتے ہیں:

(۱)ابراہیم بن محمد بن منتشر (۲)اسماعیل بن عبدالمالک بن ابی الصفیراء(۳)جبلہ بن سحیم (۴)ابو ہند حارث بن عبدالرحمان ہمدانی (۵)حسن بن عبیداللہ (۶)حکم بن عتیبہ (۷)حماد بن ابی سلیمان (۸)خالد بن علقمہ (۹)ربیعہ بن ابی عبدالرحمان (۱۰)زبید یامی (۱۱)زیاد بن علاقہ (۱۲)سعید بن مسروق ثوری(۱۳)سلمہ بن کہیل (۱۴)سماک بن حرب (۱۵)ابورؤبہ شداد بن عبدالرحمان (۱۶)شیبان بن عبدالرحمان نحوی (۱۷)طاؤس بن کیسان (۱۸)ابوسفیان طریف سعدی (۱۹)ابوسفیان طلحہ بن نافع (۲۰)عاصم بن کلیب(۲۱)عاصم بن ابی النجود (۲۲)عامر شعبی (۲۳)عبداللہ بن ابی حبیبہ (۲۴)عبداللہ بن دینار (۲۵)عون بن عبداللہ عتیبہ بن مسعود (۲۶)قابوس بن ابی (۲۷)ابوامیہ عبدالکریم بصری (۲۸)عبدالملک بن عمیر (۲۹)عدي بن ثابت انصاری(۳۰عطابن ابی رباح(۳۱)عطابن سائب(۳۲عطیہ بن سعد عوفی(۳۳)عکرمہ مولی ابن عباس (۳۴)علقمہ بن مرثد (۳۵)علی بن قمر۔(تهذيب الكمال في أسماء الرجال، من اسمه النعمان، ج:۲۹، ص:٤٢٠-٤١٨)

مسند تدریس پر:

جب ۱۲۰ھ میں آپ کے استاذ حضرت حماد بن سلیمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا وصال ہوا تو اہل علم کو ان کے جانشین کی تلاش ہوئی، ان کے شاگردوں نے ان کے فرزند ارجمند کو منتخب کیا اور انھیں مسند تدریس پر بٹھایا، لیکن ان سے تمام شاگردوں کو تشفی نہ ہوسکی؛ کیوں کہ ان کی توجہ نحو اور کلام کی طرف زیادہ تھی اور فقہ و فتوی میں وہ کمال نہ تھا جس کی توقع تھی۔

پھر ان لوگوں نے حضرت ابو بکر نہشلی سے گزارش کی تو انھوں نے انکار کر دیا، پھر حضرت ابو بردہ سے درخواست کی انھوں نے بھی انکار کردیا، پھر سب نے باتفاق رائے امام اعظم ابو حنیفہ کا انتخاب کیا، آپ نے ان کی بات مان لی اور فرمایا: میں نہیں چاہتا کہ علم مٹ جائے اور ہم دیکھتے رہ جائیں، چناں چہ آپ اپنے استاذ محترم کی مسند پر بیٹھے، اہل علم کا ایک بڑا طبقہ آپ کے گرد جمع ہونے لگا، جب آپ کے تدریس کی خبر عام ہوئی تو امرا، حکام اور اعیان و اشراف بھی جمع ہونے لگے۔(أخبار أبي حنيفة و اصحابه،ص:۱۹)

آپ نے اپنے شاگردوں کے لیے علم وفضل کے دروازے کھول دیے، محبت وشفقت کے دامن پھیلا دیے، احسان وکرم کی مثالیں قائم کردیں اور انھیں اس طرح زیور علم سے آراستہ کیا کہ آگے چل کر آسمان علم وفضل کے آفتاب وماہتاب بن کر چمکتے رہے۔

علمی مقام:

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کا علمی مقام نہایت بلند ہے اس کا اندازہ اس حدیث پاک سے لگایا جا سکتا ہے، جس میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کے متعلق بشارت دی، امام ابو نعیم نے "حلیۃ الاولیا" میں یہ حدیث روایت کی ہے، قال رسو ل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لو کان العلم بالثر یّا لتناوله رجال من أبناء فارس۔(یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر علم ثریا کے پاس ہوتا تو فارس کے کچھ افراد اسے حاصل کر لیتے)، اجلّۂ محدثین نے اس کی تصریح کی ہے کہ اس حدیث پاک کے مصداق امام اعظم ابو حنیفہ ہیں، امام جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب "تبییض الصحیفہ" میں اس طرح کی بہت سی روایتیں جمع کی ہیں اور لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان احادیث میں امام اعظم کے متعلق بشارت دی ہے۔

حدیث کی ان بشارتوں سے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علمی مقام ومرتبہ کی بلندی کھل کر سامنے آجاتی ہے، جس کا اعتراف نہ صرف ان کے مقلدین اور متبعین نے کیا ہے بلکہ خود ان کے عہد کے تمام اساطین ملت، ائمۂ حدیث اور ارباب فضل وکمال نے ان کا علمی لوہا مانا ہے اور ان کے علمی مقام کی سب سے واضح دلیل یہ ہے کہ ان کی ذات میں ایک مجتہد کامل کی تمام خوبیاں نظر آتی ہیں، تمام اہل علم نے آپ کو "مجتہد مطلق" مانا ہے، اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ان تمام اوصاف کا ذکر کرتا چلوں جو ایک کامل مجتہد کے لیے ضروری ہیں، تاکہ یہ حقیقت کھل کر سامنے آجائے کہ امام اعظم کی مجتہدانہ شان بہت بلند ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مطابق مجتہد ہونے کے لیے درج ذیل شرطیں ہیں:

(۱) اس کا علم تمام علوم شرعیہ کا احاطہ کیے ہوئے ہو اور وہ غور وفکر سے حکم شرعی معلوم کر سکتا ہو، اور یہ جانتا ہو کہ مسائل کے استنباط میں کون سے علوم مقدم ہیں اور کون سے علوم مؤخر ہیں۔

(۲) وہ نیک اور پرہیز گار ہو اور ان گناہوں سے اجتناب کرنے والا ہو جو اس کی بدنامی کا باعث اور پرہیزگاری کے خلاف ہوں۔

مذکورہ بالا بیان سے واضح ہو گیا کہ مجتہد کے لیے قرآن، حدیث، اجماع، استدلال و استنباط اور دیگر متعلقات کا گہرا علم لازم ہے۔ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی پر نگاہ ڈالیے تو ان کی شخصیت ان تمام شرائط و اوصاف سے مکمل طور پر آراستہ نظر آتی ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ کی فقہی بصیرت اور مجتہدانہ صلاحیت کا اعتراف ارباب علم و دانش نے کیا اور ایسے ایسے عظیم الشان کلمات مدح و ثنا میں کہے ہیں جو امام اعظم کی علمی مقام کی دستاویز ہیں، اور ان میں صرف تلامذۂ اصاغر ہی نہیں بلکہ اساتذہ اور معاصرین بھی شامل ہیں، آئندہ سطور میں ارباب فضل و کمال کے کلمات پڑھیے اور امام اعظم کے علمی مقام کا اندازہ لگائیے۔

(۱) حضرت عبد اللہ بن مبارک آپ کے فضل و کمال کا اعتراف کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "لولا أن الله تعالیٰ أغاثني بأبي حنيفة و سفيان كنتُ كسائر الناس۔ (تهذيب التهذيب، ج:۱۰، ص:۴۰۲،۴۰۱)

(۲) حضرت امام شافعی نے فرمایا: من أراد أن يعرف الفقه فليلزم أبا حنيفة وأصحابه فإن الناس كلهم عيال عليه في الفقه". (تاريخ بغداد، مناقب ابي حنيفة، ج:۱۳، ص:۳۴۶)

(جو شخص علم فقہ کی معرفت حاصل کرنا چاہے اسے چاہیے کہ ابو حنیفہ اور ان کے شاگردوں کی صحبت اختیار کرے، کیوں کہ تمام لوگ فقہ میں ان کے دست نگر ہیں)۔

(۳) عباس دردی کہتے ہیں: "سمعت يحيى بن معين يقول: ما رأيت مثل وكيع وكان يفتي براي أبي حنيفة"۔ (الانتقاء في فضائل الثلاثة الأئمة الفقهاء، ج:۱، ص:۱۳۶)

(میں نے یحیی بن معین سے سنا کہ میں نے وکیع جیسا عالم نہیں دیکھا جب کہ وہ بھی ابو حنیفہ کی رائے پر فتویٰ دیتے تھے)

(۴) امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے امام شافعی نے پوچھا: آپ نے امام ابو حنیفہ کو کیسا پایا؟ تو انھوں

نے فرمایا:

”رأیت رجلا لو کلّمك فی الساریة أن یجعل ذهبالقام بحجته“

(الخیرات الحسان، فصل:۱۳،، ص:۷٤)

(میں نے انھیں ایسا باکمال آدمی پایا کہ اگر اس ستون کو سونا ثابت کرنا چاہتے تو اپنی دلیل سے ثابت کر دیتے)

(۵) امام احمد بن حنبل نے آپ کے بارے میں فرمایا کہ وہ علم وتقویٰ، دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی دل چسپی میں اس مقام پر فائز تھے کہ اسے کوئی دوسرا حاصل نہیں کر سکتا۔ (المصدر السابق، ص:۷۷)

(۶) ابن عیینہ فرماتے ہیں: ”مارأت عینی مثله“ (آپ جیسا میری آنکھوں نے نہ دیکھا) (الخیرات الحسان ص:۷۵)

حضرت ابو مطیع حکیم بن عبداللہ کہتے ہیں: ”میں نے کسی محدث کو سفیان بن ثوری سے بڑا فقیہ نہیں دیکھا مگر امام ابو حنیفہ ان سے بڑے فقیہ تھے“۔ (تاریخ بغداد، ج:۱۳، ص:۳۳۸)

عظیم محدث ہونے کے شواہد:

سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے پہلے امام ہیں جنھوں نے مخصوص اصول وضوابط کے تحت استنباط واجتہاد کا کام کیا اور ظاہر ہے کہ یہ کام بغیر فن حدیث کی مہارت کے ہو ہی نہیں سکتا اور اسی اہم مشغولیت کی وجہ سے محدثانہ انداز میں آپ کی حدیثیں زیادہ ظاہر ہیں۔

ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی لکھتے ہیں:

بلا شبہہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ مخالفین وموافقین کے اجماع سے امام ومجتہد تھے اور یہ اجتہاد کی شرطوں میں سے ہے، کہ محدث احادیث کا احاطہ کرے۔ اور احادیث احکام ایک ہزار یا ادنیٰ اندازے کے مطابق چند سو ہیں، جیسا کہ بعض حنابلہ سے منقول ہے۔ تو یہ ابو حنیفہ کے لیے کیسے جائز ہے کہ وہ اجتہاد میں سے ایک اہم شرط کو پورا نہ کریں، اور ایسی صورت میں ائمہ نے ان کے اجتہاد کا اعتبار کیسے کر لیا اور ان کے فقہ کو اہمیت دی اور اسے دینا میں مشتہر کیا... جو امام اعظم کے فقہی مذہب کا مطالعہ کرے گا وہ اسے صدہا مسائل میں احادیث صحیحہ کے موافق پائے گا،

شارح قاموس سید مرتضیٰ زبیدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک کتاب مرتب کی جس میں امام اعظم کی مسانید سے سے حدیثیں جمع کیں ہیں جس کا نام"عقود الجواهر المنيفة فى أدلة مذهب ابى حنيفه" رکھا تو کیسے امام کا اجتہاد سیکڑوں احادیث صحیحہ کے موافق ہو گیا جب کہ ان کے پاس سترہ یا پچاس یا ڈیڑھ سو احادیث کے علاوہ نہیں۔(السنّة ومكانتها فى التشريع الاسلامى، ص:٤١٢)

علم حدیث میں اہم کارنامہ:

علم حدیث میں امام اعظم کا سب سے اہم کارنامہ قبول روایت اور تنقیح حدیث کے وہ معیار و اصول ہیں جنھیں آپ نے وضع کیا، جن سے بعد کے علماے حدیث نے استفادہ کیا اور وہ علماے احناف کی کتابوں میں متفرق انداز میں آج بھی موجود ہیں، آپ نے حدیث کی تمام اقسام پر اجتہادی حیثیت سے کام کیا اور حفاظت حدیث کے لیے بصیرت افروز راہ نما اصول مرتب کیے، اور اس میدان کے شہسواروں کو عقل و آگہی کا نور عطا کیا۔

اب میں ملت کے مقتدر ائمہ کے اقوال پیش کرتا ہوں جس سے امام اعظم کی محدثانہ شان اور حدیث دانی کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے:

(۱)حافظ محمد بن یوسف شافعی محدث دیار مصر کہتے ہیں:"كان أبوحنيفه من كبارِ حفاظ الحديث و أعيانهم ولو كثرة اعتنائه بالحديث ماتهيا له استنباط مسائل الفقه"(عقود الجمان، باب:٢٣،ص:٢٨٢)

(امام اعظم ابو حنیفہ کبار و اعیان حفاظ میں سے تھے اگر وہ حدیث کا زیادہ اہتمام نہ کرتے تو مسائل فقہیہ کا استنباط نہیں کر سکتے تھے)۔

(۲)یحیی بن سعید القطان فرماتے ہیں: "واللہ! امام اعظم ابو حنیفہ اس امت میں خدا اور رسول سے جو وارد ہوا ہے، اس کے سب سے بڑے عالم ہیں"۔(محدثین عظام،ص:۵۸)

(۳)امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری فرماتے ہیں: "نعمان بن ثابت (ابو حنیفہ) سے عبداللہ بن مبارک، عباد بن عوام، وکیع، خالد بن مسلم اور معاویہ قصری نے روایت کی"۔

آپ اجتہادی امور میں احادیث صحیحہ کی جانب رجوع فرماتے تھے اور احادیث کی صحت و

ضعف کو اچھی طرح پہچانتے تھے اور ان کے معانی و مفاہیم اور نکتوں کا گہرا علم رکھتے تھے، اور احادیث سے نہ صرف فنی اعتبار سے شغف رکھتے تھے بلکہ ان سے گوناگوں فقہی اور شرعی مسائل کا استخراج بھی کرتے تھے جس کا اعتراف آپ کے استاذ امام المحدثین جلیل القدر تابعی حضرت سلیمان بن اعمش نے کھلے دل سے کیا ہے، واقعہ یہ ہے کہ ان سے کسی شخص نے کچھ مسائل پوچھے، اس وقت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ بھی وہاں حاضر تھے، امام اعمش نے وہ مسائل امام اعظم سے پوچھے، آپ نے فوراً ان کے جوابات دیے، امام اعمش نے کہا یہ جواب آپ نے کہاں سے دیے؟ آپ نے فرمایا: ان حدیثوں سے جو میں نے آپ سے سنی ہیں، پھر آپ نے وہ حدیثیں سند کے ساتھ سنادیں، امام اعمش نے کہا:

حسبك، ماحدثتك به فی مائة يوم تحدثني به في ساعة واحدة، ماعلمت أنك تعمل بهذه الأحاديث، يامعشر الفقهاء،أنتم الاطباءونحن الصيادلة،وأنت أيهاالرجل، فقداخدت بكلا الطرفين.(الخيرات الحسان فصل:۳۰،ص:۱۳۹)

(بس کیجیے، جو حدیثیں میں نے سو دن میں آپ کو سنائیں آپ گھڑی بھر میں مجھے سنا دیتے ہیں، مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ ان حدیثوں پر یوں عمل کرتے ہیں، اے گروہ فقہا! تم طبیب ہو اور ہم (محدثین) دوافروش ہیں، اے ابو حنیفہ! تم تو فقہ و حدیث دونوں کے جامع ہو)۔

حضرت امام اعظم کے عظیم ترین محدث ہونے کی سب بڑی اور روشن دلیل فقہ حنفی ہے، فقہ حنفی کے کلیات و جزئیات اٹھا کر دیکھیے، جن جن ابواب اور جن مسائل میں صحیح اور غیر مؤول، غیر منسوخ، کتاب اللہ کے غیر معارض احادیث ہیں وہ سب فقہ حنفی کے مطابق ہیں، اس کی تصدیق کے لیے امام طحاوی کی شرح معانی الآثار، علام بدرالدین عینی کی عمدۃ القاری شرح بخاری، علامہ کمال الدین ابن ہمام کی فتح القدیر، شرح ہدایہ، شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی فتح المنان فی تائید مذہب النعمان وغیرہ کا معالعہ کیا جائے اور کچھ خلجان رہ جائے تو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے مجموعہ فتاویٰ ''العطایاالنبویہ فی الفتاوی الرضویہ'' کا مطالعہ کیا جائے تو میرے دعوے کی حرف بہ حرف تصدیق ہو جائے گی۔

قلت روایت کی وجہ:

امام اعظم ابو حنیفہ پر ایک بے بنیاد الزام عائد کیا جاتا ہے کہ آپ حدیث کو ترک کر کے قیاس کا سہارا لیتے تھے، احادیث پر اگر عمل ہوتا بھی تو ضعیف حدیثوں پر ہوتا بلکہ یہاں تک کہا گیا کہ آپ کی کل مرویات سترہ ہیں۔

ان کی مرویات کم ضرور ہیں مگر کم روایت کی وجہ حدیث میں ان کی بے مائیگی نہیں ہے، بلکہ نقل و روایتِ حدیث میں ان کے شرائط دیگر ائمۂ محدثین کی بہ نسبت زیادہ سخت تھے، اور وہ اصولِ روایت کے ساتھ ساتھ اصولِ درایت کو بھی خاص طور پر اہمیت دیتے تھے، چناں چہ علامہ ابن خلدون فرماتے ہیں:

رہا امام اعظم کی روایت کم ہونے کا مسئلہ، تو اس کا رازیہی ہے کہ انھوں نے تحمل روایت کی شرطیں سخت کر دیں تھیں، فعل نفسی اگر حدیث یقینی کے معارض ہوتا تھا تو اس حدیث کو ضعیف قرار دے کر رد کر دیا کرتے تھے، انھیں شرائط و قیود اور پابندیوں سے ان کی روایت کم ہوگئیں، یہ نہیں کہ نعوذ باللہ آپ نے قصداً یا عمداً حدیثوں کی روایت سے اعراض کیا۔

(مقدمہ ابن خلدون، ص:۴۲۸)

قلت روایت کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ وہ صرف ایک محدث ہی نہ تھے بلکہ متکلم، مجتہد، فقیہ اور داعی بھی تھے، خصوصیت کے ساتھ انھوں نے حالات زمانہ کے اہم تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے قانون اسلامی کی تدوین کا جو مہتم بالشان کارنامہ انجام دیا وہ یک سوئی اور انہماک کا طالب تھا اور اتنا وقیع اور اہم کام تھا جس نے دوسرے امور کو پس انداز کرنے پر مجبور کر دیا۔

تدوین حدیث:

امام اعظم کی علمی خدمات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احادیث طیبہ کی جمع و تدوین بھی ہے، آپ نے چار ہزار محدثین سے احادیث کا ایک بہت بڑا ذخیرہ اخذ کیا اور اسے لکھ کر اپنے پاس محفوظ کر لیا، اور بوقت ضرورت اس سے استفادہ بھی کیا۔

یحییٰ بن نصر کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ امام اعظم ابو حنیفہ کی خدمت میں حاضر ہوا، تو آپ

کو ایک گھر میں پایا جو کتابوں سے بھرا ہوا تھا، میں نے عرض کیا: یہ کیا ہے؟ فرمایا: یہ وہ حدیثیں ہیں جن کی میں نے روایت نہیں کی سوائے ان تھوڑی سی حدیثوں کے جن سے لوگوں کو فائدہ حاصل ہو۔(عقود الجواهر المنيفة)

امام اعظم کا بیان ہے کہ میرے پاس ذخیرۂ حدیث کے بہت سے صندوق ہیں جن میں سے بہت تھوڑا حصہ انتفاع کے لیے نکالا ہے۔(مناقب الامام الاعظم للموفق، ص:۱۰۳)

مذکورہ بالا روایتوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ امام اعظم نے احادیث نبویہ کو قلم بند فرمایا تھا، اور یہ درون ذخیرہ کافی تھا مگر آپ نے فقہی ضروریات اور مسائل کے استخراج و استنباط کے قابل احادیث کو اپنے معیار نقد پر پرکھ لینے کے بعد ہی روایت کیا جنھیں تلامذہ نے لکھ کر محفوظ کر لیا۔

کتاب الآثار اسی قسم کی کتاب ہے جسے آپ کے تلامذہ قاضی ابو یوسف، امام محمد، امام زفر، امام حسن بن زیاد حدثنا و اخرجنا کے صیغوں کے ساتھ منضبط کیا، جلیل القدر علما نے کتاب الآثار کو امام اعظم کی تصنیف قرار دیا ہے۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں: ”امام ابو حنیفہ نے اپنی تصنیف میں ستر ہزار سے زائد احادیث بیان کی ہیں، اور چالیس ہزار احادیث سے ”کتاب الآثار“ کا انتخاب کیا ہے۔

(تذکرۃ المحدثین، ص:۸۰)

اسی طرح امام حنبل اور حافظ بن حجر عسقلانی نے کتاب الآثار کو آپ کی تصنیف شمار کیا ہے۔

اجتہادی خدمات:

امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا سب سے بنیادی میدان فقہ و اجتہاد تھا اور آپ نے اس میدان میں سب سے زیادہ اپنی جولانی طبع اور جودت فکر کا استعمال کیا، آپ بلا شبہہ اپنے تمام معاصرین میں بحیثیتِ فقیہ و مجتہد سب سے ممتاز ہیں، آپ کے زمانے میں اسلامی حکومت سندھ سے لے کر اندلس تک اور شمالی افریقہ سے لے کر ایشیا کوچک تک پھیل چکی تھی، اور روز بروز مختلف اقوام و مذاہب کے لوگ اسلام میں داخل ہو رہے تھے جس کی وجہ سے مالیات، تجارت، زراعت، صنعت و حرفت، شادی بیاہ، دیوانی، فوج، قوانین و ضوابط کے مسائل روز بروز پیدا ہو رہے تھے،

ہجرت نبوی کے تقریباً ایک سو تیس سال کا عرصہ گزر جانے کے بعد بھی اسلامی فقہ مدون ہو کر منظر عام پر نہیں آئی تھی، علما اپنے، اپنے بلاد و امصار میں پیش آنے والے جدید مسائل کا حل قرآن و حدیث کی روشنی میں پیش کر رہے تھے، لیکن استخراج و استنباط کے اصول نہ ہونے اور مدون قانونِ اسلامی کی وجہ سے فیصلوں میں بنیادی اختلاف اور غلطیاں عام طور پر واقع ہو رہی تھیں، اور سیاسی، سماجی، تمدنی، تجارتی مسائل میں اختلاف کی خلیج بڑھتی جا رہی تھی، اس لیے ضروت اس بات کی تھی کہ مصادر شرعیہ کی روشنی میں قدیم جدید نیز مستقبل میں پیش آنے والے مسائل میں ایک ایسا جامع اور منضبط دستور بنایا جائے جس میں حالاتِ زمانہ کی نزاکتوں کو سامنے رکھا جائے اور وہ آئین اسلامی زندگی کے تمام پہلوؤں کو محیط ہو۔ کیوں کہ اگر قضاۃ شخصی اجتہاد کے تحت ایک جیسے معاملے میں متضاد فیصلے دیتے رہے تو نظام عدالت درہم برہم ہو جائے گا۔

یوں تو اسلامی قانون کی تدوین کا احساس امت کے سیاسی اور علمی رہ نماؤں کو ہونے لگا تھا، مگر یہ عظیم کام ہر مفتی، حاکم، قاضی کے بس میں نہ تھا بلکہ اس کے لیے جہاں کتاب و سنت کا جامع علم ضروری تھا، وہیں مصادر شرعیہ سے استخراج و استنباط کے مسائل سمجھنے کے لیے باریک بینی، دور اندیشی اور ژرف نگاہی کی بھی ضرورت تھی، اس ضرورت کو سب سے پہلے سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ نے نے محسوس کیا، اور اس کے لیے ایک انوکھی راہ نکالی، اور وہ یہ تھی کہ حکومت سے بے نیاز ہو کر ایک شورائی مجلسِ قانون ساز قائم کریں جس میں ہر فن کے ماہر اہل علم شریک ہوں، آپ نے اپنی اس فکر کو عملی جامہ پہنایا اور ایک ایسی قانون ساز مجلس شرعی قائم کی جس کے ارکان خود امام اعظم کے شاگرد ہی تھے، ان میں بعض خاص خاص علوم فنون میں ماہر تھے، مثلاً کسی کو قیاس اور علوم عقلیہ میں امتیازی اہمیت حاصل تھی، تو کسی کے پاس احادیث اور صحابۂ کرام کے فتاویٰ اور پچھلے خلفا و قضاۃ کے نظائر کی وسیع معلومات تھی اور کوئی علم تفسیر یا قانون کے خاص شعبے میں ممتاز تھا، جیسا کہ خود امام اعظم نے ایک مقام پر ان کے مراتب کا اظہار یوں فرمایا ہے:

”یہ ۳۶/ آدمی ہیں جن میں سے ۲۸/ قاضی ہونے کے لائق ہیں، ۶/ فتویٰ دینے کی اہلیت رکھتے ہیں، اور دو اس درجہ کے آدمی ہیں کہ قاضی اور مفتی تیار کر سکتے ہیں“۔

(مناقب الامام أبی حنیفۃ وصاحبیہ، ص:۱۵۶)

طریقۂ استنباط:

اس مجلس کا طریقۂ استنباط یہ تھا کہ پہلے مسئلے کا جواب قرآن کریم میں تلاش کرتے اگر اس میں کامیابی حاصل ہوجاتی تو اسے متعین فرمالیتے ورنہ احادیث نبویہ کی جانب رجوع کرتے اور اس سے اجتہاد فرماتے، اگر احادیث میں بھی نہ ملتا تو افتا کی صلاحیت رکھنے والے صحابہ و تابعین کے اقوال اور فیصلے تلاش فرماتے، اجماع کی طرف رجوع کرتے اگر اجماع میں جواب نہ پاتے تو قیاس واجتہاد سے مسئلہ کا حل نکالتے تھے۔

چناں چہ کوفہ کی جامع مسجد میں جب امام اعظم تشریف لے گئے تو حضرت امام جعفر صادق ، سفیان ثوری، مقاتل بن حبان، حماد بن مسلمہ وغیرہ فقہاے کرام آپ سے ملنے آئے ان حضرات نے کہا: ہمیں خبر ملی ہے کہ آپ دین میں قیاس بہت کرتے ہیں، اس پر امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہت سے مسائل پیش فرمائے پھر ارشاد فرمایا:

"إنّي أقدّم العمل بالكتاب ثم بالسنة ثم بأقضية الصحابة مقدما ما اتفقوا على ما اختلفوا وحينئذ أقيس" (مجلّة الجامعة الإسلامية بالمدينة المنورة، العدد:۲۳، ج:۸، ص:۲۸۱)

ترجمہ: میں سب سے پہلے کتاب اللہ پر عمل کرتا ہوں، اس کے بعد احادیث پر پھر صحابہ کے متفقہ فیصلوں پر اس کے بعد ان کے ان اقوال پر جو مختلف فیہ ہیں (اور ان میں جو قوی ہوں) پھر قیاس کرتا ہوں۔

جب انھوں نے یہ سنا تو کھڑے ہوگئے اور آپ کی دست بوسی کی اور کہا کہ آپ علما کے سردار ہیں ہمیں معاف فرمادیں، ہم سے جو کچھ ہوا لاعلمی میں ہوا۔

علامہ عینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

إن أبا حنيفة قال: لا أتبع الرأي والقياس إلّا إذالم أظفر بشيئ من الكتاب والسنة أو الصحابة رضى الله عنهم. (عمدة القاري فى شرح صحيح البخاري، ج:۱۵، ص:۲۱۱)

یعنی امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں رائے اور قیاس کی پیروی نہیں کرتا مگر اس وقت جب کہ کتاب اللہ حدیث یا صحابہ کرام رضی اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے کچھ نہ ملے۔

عمل بالحدیث کا یہ حال ہے کہ حضرت امام اعظم نے اپنا یہ بنیادی دستور بنالیا تھا، "إذا صح الحديث فهو مذهبي" (ہر حدیث صحیح میرا مذہب ہے)۔

ابو حمزہ سکری جو مسلم الثبوت محدث ہیں بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام اعظم ابو حنیفہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مجھے جب صحیح حدیث مل جاتی ہے تو اسی کو لیتا ہوں اور جب صحابہ کے اقوال مل جاتے ہیں تو ان میں سے کسی ایک کو لیتا ہوں البتہ جب تابعین کا کوئی قول ملتا ہے اور وہ میرے فیصلے کے خلاف ہوتا ہے تو میں اس کی مخالفت کرتا ہوں۔

نیز انھیں سے منقول ہے کہ میں نے صحابۂ کرام کے بارے میں امام ابو حنیفہ سے بہتر اور انسب طریقے پر کلام کرنے والا نہیں دیکھا وہ ہر ایک صاحب کمال کے حق کو پورا پورا ادا کرتے تھے، امام بخاری کے سلسلۂ اساتذہ کے مسلم الثبوت محدث امیر المومنین فی الحدیث حضرت عبد اللہ بن مبارک نے فرمایا: ابو حنیفہ کے ارشاد کو رائے مت کہو؛ حدیث کی تفسیر کہو۔

(مناقب الکردری، ص:۶۵۴)

قاضی القضاۃ امام ابو یوسف جنھیں امام بخاری کے استاذ حضرت یحیی بن معین نے صاحب الحدیث مانا، علامہ ذہبی نے حفاظ حدیث میں شمار کیا، فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ سے مسائل پر بحث کر لیتے، اور جب کوئی منقح فیصلہ ہوجاتا تو میں وہاں سے اٹھ کر کوفہ کے محدثین کے پاس جاتا ان سے اس مسئلے کے متعلق احادیث پوچھتا پھر امام اعظم کی خدمت میں واپس آکر ان احادیث کو سناتا تو حضرت امام ان میں سے کچھ حدیثوں کو قبول فرماتے اور کچھ کے بارے میں فرماتے یہ صحیح نہیں، میں حیرت سے پوچھتا آپ کو کیسے معلوم؟ تو فرماتے: "أنا عالم بعلم أهل كوفة" (مناقب الموفق، ص:۴۲۷-۲۸)

(کوفہ میں جتنا علم حدیث ہے میں اس سے آگاہ ہوں)

آپ کی مجلس کے طریقۂ استنباط کے سلسلے میں علامہ موفق بن احمد المکی رقم طراز ہیں:

"ابو حنیفہ نے اپنا مذہب ان (باکمال شاگردوں) کے مشورے سے مرتب کیا ہے جو اپنی

حدوسع تک دین کی خاطر زیادہ سے زیادہ جانفشانی کرنے کا جذبہ رکھتے تھے، اور خدا، رسول اور اہل ایمان کے لیے جو کمال درجہ اخلاص ان کے دل میں تھا اس کی وجہ سے انھوں نے شاگردوں کو چھوڑ کر یہ کام محض اپنی انفرادی رائے سے کرڈالنا پسند نہ کیا، وہ ایک ایک مسئلہ ان کے سامنے پیش کرتے تھے،، ان کے مختلف پہلو ان کے سامنے لائے جاتے تھے، جو کچھ ان کے پاس علم و خیال ہوتا اسے سنتے اور اپنی رائے بھی بیان کرتے، حتیٰ کہ بعض اوقات ایک مسئلے پر بحث کرتے ہوئے مہینہ مہینہ بھر اور اس سے بھی زیادہ لگ جاتا تھا، آخر میں جب ایک رائے قرار پاجاتی تو اسے قاضی ابو یوسف کتب اصول میں ثبت کرتے"۔

(مناقب الامام الاعظم للکردری ص:۵۹۵)

آپ کی مجلس میں جو فیصلے لکھے جاتے تھے انھیں الگ الگ عنوانات کے تحت کتب و ابواب میں آپ ہی کی زندگی میں مرتب کردیا گیا تھا، جیسا کہ علامہ موفق لکھتے ہیں" ابو حنیفہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے اس شریعت کے علم کو مدون کیا، ان سے پہلے کسی نے یہ کام نہیں کیا تھا، ابو حنیفہ نے اس کو کتابوں اور جدا جدا عنوانات کے تحت ابواب کی شکل میں مرتب کردیا تھا"۔

اس طرح امام اعظم ابو حنیفہ کی جدوجہد سے زندگی کے ہزارہا مسائل کے لیے ایسے واضح اور فروعی احکام متعین ہوگئے جو اصولوں پر کھرے اتریں اور ان میں تعارض نہ ہو، علامہ موفق المکی کے مطابق ان مسائل کی تعداد ۸۳/ہزار تھی، امام مالک کے مطابق آپ نے ۶۰/ہزار مسائل کا انتخاب فرمایا اور ایک روایت یہ ہے کہ طے شدہ مسائل کی تعداد ۵/لاکھ تھی جن میں سے ۳۸/ہزار کا تعلق عبادت سے تھا، علامہ کردری کا دعویٰ ہے کہ کوفہ کی مجلس تدوین قانون (فقہ) نے ۶/لاکھ مسائل طے کیے (مناقب الإمام العظم للکردری، ص:۶۹۹-۷۰۰) اور صاحب کتاب الصیانہ کے مطابق جملہ مسائل ۱۲/لاکھ ۹۰/ہزار تھے، خیر اس اختلاف کے دو سبب ہوسکتے ہیں: ایک کہ کام کے مختلف مراحل پر حاصل کردہ معلومات کو راوی نے آگے بڑھا دیا اور وہ کتابوں میں درج ہوئیں، اور دوسرے یہ کہ کسی نے محض بڑے بڑے اصولی مسائل شمار کیے اور کسی نے ان کے اجزا کو بھی شمار کرلیا۔

تدوین فقہ کا اثر:

اس با قاعدہ تدوینِ قانون اور اجتماعی وضع قانون کا اثر یہ ہوا کہ انفرادی طور پر کام کرنے والے مجتہدوں، مفتیوں اور قاضیوں کا کام ساقط الاعتبار ہوتا چلا گیا، قرآن و حدیث کے احکام اور سابقہ فیصلوں اور فتاوی کے نظائر کی چھان بین کر کے اہل علم کی ایک مجلس نے ابو حنیفہ جیسے نکتہ رس آدمی کی صدارت و رہ نمائی میں شریعت کے جو احکام منقح صورت میں نکال کر رکھ دیے تھے اور پھر اصول شریعت کے تحت وسیع پیمانے پر اجتہاد کر کے زندگی کے ہر پہلو میں پیش آنے والی امکانی ضرورتوں کے لیے جو قابل عمل قوانین مرتب کر دیے تھے ان کے بعد متفرق افراد کے مدون کیے ہوئے احکام مشکل ہی سے وقیع ہو سکتے تھے، اس لیے جوں ہی یہ کام منظر عام پر آیا عوام اور قضاۃ سب اس کی طرف رجوع کرنے پر مجبور ہو گئے کیوں کہ یہ وقت کی مانگ تھی اور لوگ مدت سے اسی چیز کے حاجت مند تھے چناں چہ مشہور فقیہ یحییٰ بن آدم (م:۲۰۳ھ۸۱۸ء) کہتے ہیں کہ ابو حنیفہ کے اقوال کے آگے دوسرے فقہا کے اقوال کا بازار سرد پڑ گیا، انھیں کا علم مختلف علاقوں میں پھیل گیا، اسی پر خلفا، ائمہ اور حکام فیصلے کرنے لگے اور اسی پر معاملات کا چلن ہو گیا ۔(مناقب الامام الاعظم للکردی ،ص:٦٤٨)

خلیفہ مامون کے زمانے تک پہنچتے پہنچتے یہ حالت ہو گئی کہ ایک دفعہ وزیر اعظم فضل بن سہیل کو امام اعظم کے ایک مخالف فقیہ نے یہ مشورہ دیا کہ فقہ حنفی کا استعمال بند کرنے کے احکام جاری کر دیے جائیں، وزیر اعظم نے باخبر اور معاملہ فہم لوگوں کو بلا کر اس سلسلے میں رائے لی، انھوں نے بالا تفاق کہا: ''یہ بات نہیں چلے گی، سارا ملک آپ لوگوں پر ٹوٹ پڑے گا؛ جس نے آپ کو یہ مشورہ دیا ہے وہ ناقص العقل ہے'' وزیر نے کہا میں خود اس خیال سے متفق نہیں ہوں اور امیر المومنین بھی اس بات پر راضی نہ ہوں گے۔ (مصدر سابق ج:۲،ص:۱۵۸،۱۵۷)

اس طرح تاریخ کا یہ اہم واقعہ رونما ہوا کہ شخص واحد کی قائم کی ہوئی نجی مجلس وضع کا قانون محض اپنے اوصاف اور مرتبین کی اخلاقی ساکھ کی بنیاد پر ملکوں اور سلطنتوں کا قانون بن کر رہا، ساتھ ہی اس کا دوسرا نتیجہ یہ بھی ہوا کہ اس نے مسلم مفکرین قانون کے لیے اسلامی قوانین کی تدوین کا ایک نیا راستہ کھول دیا بعد میں جتنے بڑے بڑے فقہی نظام بنے ان سب کے لیے نمونہ یہی تھا، لہٰذا باضابطہ قانون اسلام اور قانون شریعت کے مدوّن اول امام اعظم ابو حنیفہ ہی ہیں۔

مخالفت کے اسباب:

آپ کی مخالفت کے بہت سے اسباب ہیں ان میں سے ایک تو وہی حسد ہے چوں کہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ کی شہرت ہوئی تو ساری مجلسیں سونی ہو گئیں، عوام وخواص حکام و قضاۃ سب آپ کی طرف رجوع کرنے پر مجبور ہو گئے۔ یہ بات معاصرین کے لیے بہت تکلیف دہ تھی۔ اس سے امام کا وقار گرانے کے لیے ان پر بے جا تنقیدات اور نکتہ چینیاں کرنے لگے۔

معاصرین سے اگر کوئی لغزش ہوتی تو اظہار حق کے لیے حضرت امام اعظم اسے ظاہر فرماتے ۔اس سے لوگ چڑھ جاتے، محمد بن عبد الرحمٰن جو قاضی ابی لیلی کے نام سے مشہور ہیں، کوفہ کے بہت بڑے فقیہ تھے، تیس برس کوفہ کے قاضی رہے، ان سے بھی کبھی فیصلوں میں غلطی ہو جاتی، امام اعظم اصلاح کے لیے انھیں تنبیہ فرما دیا کرتے، انھیں یہ بات پسند نہ تھی، اس لیے وہ حضرت امام اعظم سے ایک خلش رکھتے تھے۔ وہ مجلس میں بیٹھ کر مقدمات دیکھتے تھے ایک دن مجلس قضاء سے فارغ ہو کر کہیں جا رہے تھے، راستے میں ایک عورت کا کسی سے جھگڑا ہو رہا تھا، عورت نے اس شخص کو "یا ابن الزانیین" کہہ دیا (یعنی اے زانی اور زانیہ کے بیٹے !) قاضی صاحب نے حکم دیا کہ عورت کو پکڑ کر مجلس قضا میں لے چلو، یہ بھی واپس آئے اور حکم دیا کہ عورت کو کھڑی کر کے قذف کی دوہری سزا دی جائے، اسّی، اسّی یعنی ایک سو ساٹھ کوڑے مارے جائیں، جب امام اعظم کو اس کی اطلاع ملی تو فرمایا: ابن ابی لیلیٰ نے اس میں چھ غلطیاں کی ہیں۔ مجلس قضا سے اٹھنے کے بعد دوبارہ واپس آکر فیصلے کے لیے بیٹھے، مسجد میں حد مارنے کا حکم دیا حالاں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے مسجد میں حد جاری کرنے سے منع فرمایا ہے، عورت کو بٹھا کر حد مارنی چاہیے، انھوں نے کھڑے کر کے درّے لگوائے، ایک ہی حد لازم تھی انھوں نے دو جاری کیں، ایک ہی ساتھ دو حدیں لگوائیں حالاں کہ اگر کسی پر دو حد لازم بھی ہو تو ایک حد کے بعد مجرم کو چھوڑ دینا چاہیے جب اس کے زخم اچھے ہو جائیں تو دوسری حد لگانی چاہیے، جسے عورت نے " ابن الزانیین " کہا تھا اس نے جب مطالبہ نہیں کیا تو قاضی صاحب کو مقدمہ قائم کرنے کا حق نہیں نہ تھا، اس تنقید کی اطلاع جب قاضی صاحب کو ہوئی تو سخت ناراض ہوئے، کوفہ کے گورنر سے شکایت کی کہ ابو حنیفہ نے مجھے پریشان کر رکھا ہے، گورنر نے امام اعظم پر پابندی لگا دی کہ فتوی

نہیں دے سکتے، کوفہ میں اور بھی بہت سے فقہا تھے، اس صورت میں فتویٰ دینا فرض کفایہ تھا، امام اعظم نے فتویٰ دینا بند کر دیا، اسی اثنا میں ایک دن گھر میں تشریف رکھتے تھے کہ ان کی صاحب زادی نے پوچھا: کہ آج میں روزے سے ہوں، دانت سے خون نکلا اور میں نے بار بار تھوکا یہاں تک تھوک بالکل سفید ہو گیا، اس میں خون کا اثر بالکل ظاہر نہیں ہوتا، اب اگر میں تھوک گھونٹ لوں تو میرا روزہ رہے گا، یا جاتا رہے گا؟ تو امام اعظم نے فرمایا: بیٹی! تم اپنے بھائی حماد سے پوچھ لو، مجھے آج کل فتویٰ دینے سے روک دیا گیا ہے، ابن خلکان نے اس پر لکھا ہے کہ اطاعت امیر اور دیانت و امانت کی اس سے بڑھ کر اور کوئی مثال نہیں ہو سکتی۔ (ترجمہ ابن ابی لیلی، ج:۱، ص:۴۹۲، بحوالہ نزہۃ القاری، شرح بخاری، ج:۱، ص:۶۱)

لیکن جب مسائل میں خود کوفہ کے گورنر کو دشواریاں پیش آنی شروع ہوئیں اور کوئی حل نہ کر سکا تو اسے بھی مجبور ہو کر امام اعظم کی طرف رجوع کرنا پڑا، اور حکم امتناعی اٹھا لینا پڑا، امام عبد الوہاب شعرانی فرماتے ہیں:

"وكان هذاالمنع للإمام رضي الله عنه قبل اجتماعة به ومعرفته بمقام الإمام في العلم"۔ (کتاب المیزان، ج:۱، ص:۶۲، بحوالہ نزہۃ القاری، ج:۱، ص:۱۶۰)

ترجمہ: امام اعظم کو فتوی دینے سے منع کرنا آپ کی ملاقات اور آپ کے پایۂ علمی کی معرفت سے پیش تر تھا۔

اور جب امام اعظم کے پایۂ علمی کا علم ہوا تو پکار اٹھا:

هذا عالم الدنيا اليوم (یہ آج دنیا کے عالم ہیں)

یحیی بن سعید، شہنشاہ منصور عباسی کے یہاں بہت رسوخ رکھتے تھے، کوفہ کے قاضی تھے مگر کوفہ میں ان کو وہ قبول عام نہ ہو سکا جو امام اعظم کو حاصل تھا، اس پر ان کو بہت تعجب ہوتا تھا، کہا کرتے تھے کہ کوفہ والے عجیب کم عقل ہیں! تمام شہر ایک شخص (امام اعظم) کی مٹھی میں ہے اس پر امام اعظم نے امام ابو یوسف، امام زفر اور چند شاگردوں کو بھیجا کہ قاضی صاحب سے مناظرہ کریں، امام ابو یوسف نے قاضی صاحب سے پوچھا کہ ایک غلام دو آدمیوں میں مشترک ہے، ان میں سے ایک شخص آزاد کرنا چاہتا ہے تو آزاد کر سکتا ہے یا نہیں؟ قاضی صاحب نے کہا: نہیں کر سکتا اس

میں دوسرے حصے والے کا نقصان ہے، حدیث میں ہے: "لاضرر ولاضرار" (نہ اسلام میں کسی کا نقصان قبول کرنا ہے نہ کسی کو نقصان پہنچانا ہے) امام ابو یوسف نے پوچھا: اگر دوسرا آزاد کردے تو؟ اس پر قاضی صاحب نے کہا: اب آزاد ہو جائے گا، امام ابو یوسف نے کہا: آپ نے اپنے قول کا رد کر دیا، پہلے جب غلام آزاد کیا تو اس کا آزاد کرنا بے اثر رہا، یہ غلام پورا کا پورا غلام ہی رہا، اب دوسرے نے آزاد کیا تو وہی پہلی پوزیشن لوٹ آئی، اب کیسے آزاد ہو گیا؟

نیز کچھ خدا ناترس ایسے بھی تھے جو امام اعظم کے خلاف جھوٹے قصے وضع کر کے منسوب کرتے تھے، مثلاً: نعیم بن حماد۔ یہ وہ صاحب ہیں جنھیں امام نسائی نے ضعیف کہا، ابوالفتح ازدی نے وضاع وکذاب کہا۔ امام اعظم کی تنقیص کے لیے جھوٹی روایتیں گڑھا کرتا تھا، اور حدیثیں بھی وضع کرتا تھا اور بہانہ یہ بناتا تھا کہ میں سنت کی تقویت کے لیے ایسا کرتا ہوں، اس سلسلے میں امام سخاوی کا فیصلہ نقل کر کے ہم اس بحث کو ختم کرتے ہیں:

حافظ ابوالشیخ ابن حبان نے کتاب السنّۃ میں یا حافظ ابن عدی نے کامل میں یا خطیب نے تاریخ بغداد میں یا ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنّف میں یا بخاری اور نسائی نے، بعض ائمہ کے بارے میں جو لکھا یہ ان کی شان علم واتقان سے بعید ہے، ان باتوں میں ان کی پیروی نہ کی جائے، اس سے احتراز کیا جائے، بحمدہ تعالیٰ ہمارے مشائخ کا یہی طریقہ تھا کہ اسلاف کی اس قسم کی باتوں کو مشاجرات صحابہ کی قبیل سے مانتے تھے اور سب کا ذکر خیر کرتے تھے۔ (نزہۃ القاری، ج:۱، ص:۱۶۱)

ممتاز تلامذہ:

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک اور اہم کارنامہ یہ بھی ہے کہ آپ نے شاگردوں کی صورت میں فقہائے مجتہدین کی ایک زبردست ٹیم تیار کی، اس خصوص میں بھی امام اعظم دیگر ائمہ سے منفرد اور ممتاز نظر آتے ہیں کیوں کہ آپ نے اپنی مجلس علمی میں جہاں قانون اسلام کی باضابطہ تدوین کی وہیں اجتہادی میدان میں اپنے شاگردوں کی زبردست تربیت بھی فرمائی اور ان کے اندر یہ صلاحیت پیدا فرمادی کہ وہ کسی بھی جدید مسئلے کا حکم اصول شریعت کی روشنی میں نکال سکتے تھے، علامہ محمد بن احمد ذہبی مالکی نے "مناقب الامام ابی حنیفۃ وصاحبیہ" میں لکھا ہے کہ علمائے کبار کی ایک جماعت نے امام اعظم ابو حنیفہ سے فقاہت حاصل کی ان میں سے مندرجہ

ذیل اہل علم خاص ہیں:(۱)زفر بن ہذیل(۲)قاضی ابو یوسف(۳)آپ کے صاحب زادے حماد(۴)نوح بن ابی مریم معروف بہ نوح جامع(۵)ابو مطیع حکم بن عبداللہ بلخی(۶)حسن بن زیاد لؤلؤی(۷)محمد بن حسن شیبانی(۸)قاضی اسد بن عمرو۔

اور آپ سے بے شمار محدثین و فقہا نے روایت کی، ان میں سے درج ذیل افراد بھی ہیں:

(۱)مغیرہ بن مقسم(۲)زکریا بن ابی زائدہ (۳)مسعر بن کدام (۴)سفیان ثوری(۵)مالک بن مغول(۶)یونس بن اسحاق (۷)شریک (۸)حسن بن صالح(۹)ابوبکر بن عیاش(۱۰)عیسیٰ بن یونس(۱۱)علی بن مسہر (۱۲)حفص بن غیاث (۱۳)جزیر بن عبدالمجید (۱۴)عبداللہ بن مبارک (۱۵) ابو معاویہ (۱۶)وکیع (۱۷)ابو اسحاق فرازی (۱۸)یزید بن ہارون (۱۹)اسحاق بن یوسف (۲۰)معانی بن عمران(۲۱)زید الحباب (۲۲)سعد بن صلب(۲۳)مکی بن ابراہیم (۲۴)ابوعاصم نبیل(۲۵)عبدالرزاق بن ہمام(۲۶)حفص بن عبدالرحمٰن سلمی (۲۷)عبیداللہ بن موسیٰ(۲۸) ابوعبدالرحمٰن مقری(۲۹)محمد بن عبداللہ انصاری(۳۰)ابونعیم(۳۱)ابواسامہ (۳۲)ابویحییٰ حمانی (۳۳)جعفر بن عون(۳۴)اسحاق بن سلیمان رازی وغیرہ۔(مناقب الامام أبی حنیفۃ وصاحبیہ،ص:۱۱)

تصانیف امام اعظم:

زمانۂ تابعین میں تصنیف و تالیف کا کوئی مستقل رواج نہیں تھا، لوگ حفاظ اور اپنی یادداشت سے استفادہ کرتے، فقہی ترتیب پر تصنیف و تالیف کا باقاعدہ اہتمام دوسری صدی ہجری سے ہوا، کچھ علما نے کتابیں لکھیں، امام اعظم نے کوفہ میں تدوین فقہ کے لیے اپنے تلامذہ کو لے کر مجلس فقہی قائم کی، شاگردوں کو احادیث اور فقہ کا املا کرایا، تلامذہ نے انھیں اپنے اپنے حلقوں میں روایت کیا،اس لیے یہ روایتیں ان کی طرف منسوب ہوگئیں، حقیقت میں ان کے تلامذہ کی طرف منسوب کتابیں امام اعظم ہی کی ہیں پھر بھی کچھ کتابیں آپ کے نام باقی رہ گئیں وہ یہ ہیں:

فقہ اکبر:اہل سنت و جماعت کے عقائد پر مشتمل ایک رسالہ ہے جو بہت متداول و متعارف ہے اس کی متعدّد شرحیں لکھی گئی ہیں۔

اس کے علاوہ مندرجہ ذیل کتابیں بھی ہیں:

العالم والمتعلم، كتاب السير، الكتاب الاوسط، الفقه الأبسط،

الردّ علی القدریة، رسالة الإمام أبی عثمان التیمی فی الإرجاء، کتاب الرائ، کتاب اختلاف الصحابة، کتاب الجامع، مکتوب وصایا، مسانید۔

حضرت امام اعظم کی مسانید کے متعدّد نسخے تھے، ان سب کو ابوالموید محمد بن محمود خوارزمی (م:۶۶۵ھ) نے یکجا کر دیا ہے، مقدمہ میں انھوں نے ان سب کو جمع کرنے کا سبب یہ لکھا ہے کہ شام میں بعض جاہلوں نے یہ مشہور کر رکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ کو حدیث میں زیادہ دخل نہیں، اسی وجہ سے حدیث میں ان کی کوئی تصنیف نہیں، اس پر مجھے غیرت آئی اور میں نے ان تمام مسانید کو جنھیں علما نے امام کی حدیثوں سے جمع کیا تھا، اکٹھا کر دیا۔ ان مسانید کی سب بڑی خصوصیت یہ ہے کہ ان میں وہ احادیث بھی ہیں جو امام اعظم نے براہ راست صحابہ سے سنی ہیں اور ثلاثیات تو اکثر ہیں جن میں امام اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک صرف تین راوی ہیں۔

(ملتقطا، نزهة القاری، ج:۱،ص:۱۳۰– ۱۲۹)

قرآن کریم سے شغف:

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو قرآن کریم سے بڑا گہرا لگاؤ تھا، آپ بکثرت قرآن مجید کی تلاوت فرماتے تھے ابو عبد اللہ صیمری نے خارجہ بن مصعب کے حوالے سے لکھا ہے: "ختم القرآن فی رکعة"۔

یعنی آپ نے ایک رکعت میں قرآن مجید ختم فرمایا ہے، اور آگے کہتے ہیں: چار اماموں کو کعبہ شریف میں قرآں مجید ختم کرنے کا شرف حاصل ہے، حضرت عثمان غنی، حضرت تمیم داری، حضرت سعد بن زبیر اور حضرت امام عظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔(أخبار أبی حنیفة وصاحبیه،ص:٥٤)

حضرت یحیٰی بن نصر کہتے ہیں کہ کبھی ایسا ہوتا تھا کہ امام ابو حنیفہ صرف رمضان کے مہینے میں ساٹھ مرتبہ قرآن مجید ختم فرماتے تھے، ابونعیم نے کہا کہ جہاں آپ کی وفات ہوئی وہاں ستر ہزار مرتبہ قرآن ختم فرمایا، اس سے یہ صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ سیدنا امام اعظم علیہ الرحمہ کو تلاوت قرآن سے حد درجہ شغف تھا۔

وفورِ عقل:

علامہ ابوالقاسم بن کاس نے حضرت ابن مبارک سے روایت کیا کہ میں نے امام اعظم سے بڑا عقل مند کسی کو نہیں دیکھا۔

خلیفہ ہارون رشید کے سامنے امام اعظم کا تذکرہ ہوا تو ہارون رشید نے آپ کے حق میں دعاے رحمت کی اور کہا: "كان ينظر بعين عقله فيرى مالا يراه غيره بعين رأسه" یعنی وہ چشم عقل سے وہ چیزیں دیکھ لیتے تھے جو دوسرا چشم سر سے بھی نہیں دیکھ پاتا۔

علی بن عاصم نے فرمایا: اگر امام اعظم کی عقل نصف روے زمین والوں کی عقل سے تولی جائے تو آپ ہی کی عقل باوزن ہوگی۔

امام شافعی نے فرمایا: کسی عورت نے امام اعظم سے زیادہ عقل مند (ان کے زمانے میں) نہیں جنا۔ (الخیرات الحسان، ص: ۱۰۰-۱۰۱)

حاضر جوابی:

امام اعظم رضی اللہ کی حاضر جوابی ضرب المثل ہے مشکل سے مشکل اور پیچیدہ سے پیچیدہ مسائل میں آپ کا ذہن اس تیزی سے کام کرتا تھا کہ لوگ دنگ رہ جاتے تھے، جو مسائل کسی سے حل نہیں ہو سکتے وہ آپ نہایت آسانی کے ساتھ حل فرما دیتے تھے، فوری طور پر کسی معاملہ کی تہ تک پہنچ جانا اور فی البدیہ اس کا بہتر سے بہتر حل پیش کرنا آپ ہی کا حصہ تھا۔

امام ذہبی شافعی آپ کی ذہانت کے متعلق فرماتے ہیں: "كان من أذكياء بني آدم" یعنی امام اعظم بنی آدم میں ذہین ترین لوگوں میں تھے۔

امام موفق لکھتے ہیں کہ امام اعظم اگرچہ دین کے مسائل حل کرنے میں علماے وقت کے سردار تھے مگر بعض نکات اور بعض مشکل سوالات کے فوری اور فی البدیہ جواب دے کر آپ نے اپنی ذہانت کا جھنڈا گاڑ دیا۔

امام اعظم کی حاضر جوابی کے متعلق ایک واقعہ حاضر خدمت ہے جس سے آپ کے علمی تبحر اور حاضر جوابی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے، امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ ایک شخص کہتا ہے کہ مجھے جنت کی کوئی امید نہیں، مجھے دوزخ کی کوئی پرواہ نہیں، مردار کھاتا ہوں، نماز میں رکوع و سجود

نہیں کرتا، میں اس چیز کی گواہی دیتا ہوں جسے آج تک نہیں دیکھا، حق سے نفرت اور فتنے سے محبت کرتا ہوں۔

آپ نے شاگردوں کی طرف دیکھ کر ان سے پوچھا کہ اس شخص کی باتوں کا کیا جواب ہے؟ بعض شاگردوں نے کہا کہ ایسا شخص کافر ہو گیا اور بعض خاموش رہے۔

آپ نے اس گفتگو کو اس انداز میں سلجھایا اور فرمایا:

"یہ شخص جنت کی امید نہیں رکھتا صرف اللہ کی ذات کی امید رکھتا ہے، جنت سے اللہ کی محبت اور امید بڑھ کر ہے، وہ مردار کھاتا ہے یعنی مچھلی ذبح کیے بغیر کھاتا ہے اور بغیر رکوع سجود کی نماز پڑھتا ہے یعنی نماز جنازہ پڑھتا ہے، بلا دیکھے گواہی دیتا ہے یعنی اس نے اللہ کو نہیں دیکھا لیکن اس کی گواہی دیتا ہے یہ اس قیامت کی بھی گواہی دیتا ہے جسے نہیں دیکھا، حق سے نفرت کرتا ہے یعنی موت حق ہے اور موت سے نفرت کرتا ہے، فتنے سے محبت کرتا ہے یعنی اپنی اولاد سے محبت کرتا ہے جو فتنہ ہے"

امام اعظم کی یہ باتیں سن کر وہ شخص اٹھا اور آپ کا سر چوما اور کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک آپ علم کے سمندر ہیں، ذہانت کے دریا ہیں، آپ سے متعلق جو میں خیالات رکھتا تھا ان سے توبہ کرتا ہوں۔ (الخیرات الحسان ص:۱۰۷)

کشف وفراست:

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مومن کامل بھی تھے اسی وجہ سے آپ فہم وفراست کے عظیم مقام پر فائز تھے سامنے والے کو دیکھ کو اس کے ارادے بھانپ لیتے تھے اور دلی کیفیات سے آگاہ ہو جاتے تھے اس حوالے سے آپ کی حیات مبارکہ کے چند تابناک گوشے ذکر کیے جاتے ہیں:

(۱) روض الفائق میں ہے کہ ایک عورت مسجد میں آئی اور ایک سیب جس کا نصف حصہ سرخ اور نصف حصہ زرد تھا امام اعظم کے آگے رکھ دیا، امام نے اس کے دو حصے کر کے اس عورت کے حوالے کر دیے، جب وہ عورت چلی گئی تو آپ کے اصحاب نے پوچھا آخر اس معمے کا کیا مطلب؟ آپ نے فرمایا: اس عورت کو حیض کا خون کبھی سرخ کبھی زرد آتا تھا اس لیے طہر کا مسئلہ

پوچھنے آئی تھی میں نے اس کو سیب کے اندرونی حصہ کی سفیدی سے جواب دے دیا کہ جب تک پانی سفید نہ آئے طہر نہیں ہوتا۔ (حدائق الحنفیۃ، ص:۷۰-۷۱، مکتبہ رضویہ دہلی)

(۲) آپ کی دور اندیشی، بصیرت اور فہم و فراست کا ایک عجیب و غریب واقعہ حضرت فرید الدین عطار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نقل کیا ہے کہ ایک دن کچھ بچے گیند کھیل رہے تھے اور اتفاق سے کھیل کے درمیان وہ گیند امام اعظم کی مجلس میں آپ کے بالکل پاس آکر گری، کسی بچے کو ہمت نہ ہوئی کہ آپ کے سامنے سے گیند اٹھالائے، سب مارے ادب کے کنارے ہوگئے، اسی دوران ایک بچے نے دوڑ کر گیند آپ کے سامنے سے اٹھالی تو آپ نے فرمایا کہ یہ لڑکا صحیح النسب معلوم نہیں ہوتا؛ کیوں کہ اس میں حیا اور ادب کا مادہ نہیں، معلوم کرنے پر پتا چلا کہ واقعی لڑکا صحیح النسب نہیں۔ (تذکرۃ الاولیا مترجم، ص:۱۲۷)

(۳) امام اعظم ابو حنیفہ کے پوتے حضرت اسماعیل بن حماد بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پڑوس میں ایک رافضی رہتا تھا جسے صحابۂ کرام سے بڑا بغض تھا اسی عداوت کی بنیاد پر اس نے اپنے دو خچروں کے نام صحابہ کے نام پر رکھ دیے تھے ایک کا نام ابو بکر اور دوسرے کا نام عمر، اور انھیں ناموں سے انھیں پکارتا تھا۔ (معاذاللہ) ایک دن انھیں خچروں میں سے ایک نے اسے لات مار کر ہلاک کر دیا، امام اعظم کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا: جاؤ تحقیق کرلو یہ وہی گدھا ہوگا جس کا نام اس رافضی نے عمر رکھا تھا، جب تحقیق کی گئی تو وہی بات صحیح نکلی جو آپ نے فرمائی تھی۔ (عقود الجمان، باب ۱۵، ص:۲۲۱)

عبادت وریاضت:

جس طرح امام اعظم علم و فضل میں بے مثال تھے اسی طرح تقوی و پرہیز گاری اور عبات و ریاضت میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔ کثرت عبادت کا یہ حال تھا کہ اگر کوئی اس پر کسی اور عبادت کا اضافہ کرنا چاہے تو نہیں ہوسکتا۔ کثرت قیام کی وجہ سے آپ کو "وتد" (کیل) کہا جاتا تھا۔ آپ نے چالیس برس تک عشا کے وجو سے فجر کی نماز پڑھی، ایک رکعت میں ایک ختم قرآن فرماتے، رات میں خوف الٰہی سے اس قدر روتے کہ آپ کے ہمسائے آپ پر ترس کھاتے۔

ابو مطیع نے فرمایا: میں شب میں جب بھی گیا امام اعظم ابو حنیفہ اور سفیان ثوری کو حالت

طواف میں پایا۔

عبداللہ بن مبارک کے سامنے کسی نے امام اعظم ابوحنیفہ کی غیبت کی تو عبداللہ بن مبارک نے فرمایا: تجھ پر افسوس! تو ایسے شخص کی غیبت کرتا ہے جس نے ۴۵/ سال تک ایک وضو سے پانچوں وقت کی نماز پڑھی ہیں۔ ایک رکعت میں ختم قرآن فرماتے تھے جو کچھ مجھے فقہ کا علم ہے وہ سب میں نے ان سے حاصل کیا ہے۔ (الخیرات الحسان، فصل:۱۴، ص:۸۳)

خوف خدا:

امام اعظم کی زندگی میں خوف خدا کا کس قدر غلبہ تھا اس کا اندازہ مندرجہ ذیل باتوں سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

حضرت وکیع فرماتے ہیں: بخدا! آپ بہت دیانت دار تھے اور خدا کی جلالت و کبریائی آپ کے دل میں راسخ تھی، آپ رضائے الٰہی کو ہر چیز پر ترجیح دیتے، اگر اللہ کے بارے میں ان پر تلواریں پڑتیں تو اس کو بھی سہار لیتے اور وہ اپنے رب کی رضا نہ چھوڑتے۔ آپ کا رب آپ سے ایسا راضی ہوا جیسے ابرار سے ہوتا ہے اور آپ واقعی ابرار میں تھے۔

(المصدر السابق فصل:۱۵، ص:۸۸)

ایک روز امام اعظم کہیں جا رہے تھے کہ لاعلمی میں آپ کا پیر ایک لڑکے کے پیر پر آگیا اس لڑکے نے کہا: اے شیخ! کیا تم قیامت کے روز خدا کے انتقام سے نہیں ڈرتے؟ آپ نے یہ بات سنی تو غش کھا کر گر پڑے، کچھ دیر بعد ہوش آیا تو کسی نے عرض کیا: اس لڑکے کی بات نے آپ کے دل پر اتنا عظیم اثر کیا؟ آپ نے فرمایا: میرا خیال ہے کہ یہ کلمہ اسے تلقین ہوا ہے۔

(المصدر السابق ص:۹)

سخاوت وفیاضی:

امام اعظم ابوحنیفہ کی وسیع تجارت کا مقصد محض زر اندوزی نہ تھا بلکہ آپ کا مقصد لوگوں کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچانا تھا۔ جتنے احباب اور ملنے والے تھے سب کے لیے وظیفے مقرر کر رکھے تھے شیوخ اور محدثین کے لیے تجارت کا ایک حصہ مقرر کر دیا تھا کہ اس سے جو نفع ہوتا تھا، سال کے سال ان لوگوں تک پہنچا دیتے۔

سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں: امام اعظم ابو حنیفہ کثرت سے صدقہ دیا کرتے تھے، ان کو جو بھی نفع ہوتا وہ دے دیا کرتے تھے۔ مجھے اس کثرت سے تحفے ارسال کیے کہ مجھے وحشت ہونے لگی۔ میں نے ان کے بعض اصحاب سے اس کا ذکر کیا تو انھوں نے کہا: اگر تم ان تحفوں کو دیکھتے جو انھوں نے عروبہ کو بھیجے ہیں تو حیران رہ جاتے، امام اعظم نے محدثین میں سے کسی کو بھی نہ چھوڑا جس کے ساتھ بھلائی نہ کی ہو۔ (الخیرات الحسان، باب: ۱۲، ص: ۹۴)

حضرت مسعر فرماتے ہیں: امام اعظم ابو حنیفہ جب بھی اپنے لیے یا اپنے گھر والوں کے لیے کپڑا یا میوہ خریدتے تو پہلے اسی مقدار میں کپڑا یا میوہ علما و مشائخ کے لیے خریدتے۔ (المصدر السابق: ص ۹۴)

حضرت شریک فرماتے ہیں: جو شخص آپ کے پاس پڑھتا آپ اسے نان ونفقہ کی طرف سے بے نیاز کر دیتے بلکہ اس کے گھر والوں کا بھی خرچ دیتے تھے۔ (المصدر السابق)

صبر وضبط:

امام اعظم رضی اللہ عنہ جلالت شان کے باوجود نہایت حلیم و بردبار اور متواضع انسان تھے آپ عظیم قوت برداشت اور بے پناہ صبر وتحمل کے مالک تھے۔

حضرت عبد الرزاق فرماتے ہیں: کہ مجھے آپ سے بڑھ کر حلیم و بردبار نظر نہ آیا ہم آپ کے ساتھ مسجد خیف میں تھے، شاگردوں اور ارادت مندوں کا اجتماع تھا ایک بصری شخص نے مسئلہ پوچھا، آپ نے جواب دیا۔ اس نے کہا مگر حسن بصری نے اس کے خلاف بتایا ہے، آپ نے فرمایا: حسن بصری سے اس مسئلہ میں اجتہادی خطا ہوئی ہے، ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا: اے زانیہ کے بیٹے! تم حسن بصری کو خطاوار کہتے ہو؟! اس بیہودہ گوئی پر لوگ مشتعل ہو گئے اور اسے مارنا چاہا، امام اعظم نے انھیں روک دیا کچھ دیر سر جھکائے رہے پھر سر اٹھا کر فرمایا: ہاں! حسن بصری سے خطا ہوئی اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں جو حضور سے روایت کی وہ صحیح ہے۔ (الخیرات الحسان، فصل: ۲۳، ص ۱۲۲)

اس قسم کے اور بھی واقعات ہیں جن سے آپ کے صبر وضبط کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

والدین سے حسن سلوک:

امام اعظم کے والد گرامی بچپن ہی میں وفات پا گئے تھے جب کہ آپ کی والدہ ایک مدت تک باحیات رہیں۔ آپ اپنی والدہ سے بے پناہ محبت فرماتے تھے اور ان کی خوب خدمت کرتے تھے۔ عام عورتوں کی طرح آپ کی والدہ کو بھی واعظوں اور قصہ گوئی کرنے والے خطیبوں سے عقیدت تھی کوفہ کے مشہور واعظ عمرو بن ذر اور قاضی ذرعہ پر انھیں زیادہ یقین تھا، اس لیے کوئی مسئلہ پوچھنا ہوتا تو امام اعظم کو حکم دیتیں کہ عمرو بن ذر سے پوچھ آؤ، آپ اپنی والدہ ماجدہ کے ارشاد کی تعمیل کے لیے ان کے پاس جاتے۔ وہ بے چارے سراپا عذر بن کر عرض کرتے: حضور! آپ کے سامنے میں کیسے زبان کھول سکتا ہوں۔ اور اکثر ایسا ہوتا کہ عمرو کو کسی مسئلہ کا جواب نہ آتا تو امام اعظم سے درخواست کرتے کہ آپ مجھے جواب بتادیں تاکہ میں اسی کو آپ کے سامنے دہرا دوں آپ جواب دیتے تو وہ آپ سامنے دہرا دیتے پھر وہی جواب امام اعظم اپنی والدہ کو آکر بتادیتے۔ (الخیرات الحسان، فصل ۲۳، ص: ۱۲۴)

وفات سے قبل کی سیاسی صورت حال:

بنی امیہ کے خاتمہ کے بعد سفاح پھر منصور نے اپنی حکومت جمانے اور لوگوں کے دلوں میں اپنی ہیبت بٹھانے کے لیے وہ مظالم کیے جو تاریخ کے خونی اوراق میں کسی سے کم نہیں، منصور نے خصوصیت کے ساتھ سادات پر جو مظالم ڈھائے وہ سلاطین عباسیہ کی پیشانی پر بہت بدنما داغ ہیں۔ اسی ظالم نے محمد بن ابراہیم دیباج کو دیوار میں زندہ چنوایا۔ آخر تنگ آکر ان مظلوموں میں سے محمد نفس ذکیہ نے مدینہ طیبہ میں خروج کیا، امام مالک نے بھی ان کی حمایت کا فتویٰ دے دیا، نفس ذکیہ بہت شجاع، فن جنگ کے ماہر اور طاقت ور تھے، لیکن اللہ کی شان بے نیازی کہ جب منصور سے مقابلہ ہوا تو ۱۴۵ھ میں دادِ مردانگی دیتے ہوئے شہید ہو گئے۔

عہدۂ قضا سے انکار اور قید و بند:

خلیفہ ابو جعفر منصور جب ابراہیم کے ساتھ جنگ سے فارغ ہوا تو ان لوگوں کی طرف توجہ کی جنھوں نے ابراہیم کا ساتھ دیا تھا۔ ۱۴۶ھ میں بغداد کو دار السلطنت بنانے کے بعد منصور نے امام اعظم کو بغداد بلوایا۔ وہ آپ کو شہید کرنا چاہتا تھا لیکن جواز قتل کے لیے بہانے کی تلاش تھی، اسے معلوم تھا کہ امام اعظم میری سلطنت کا کوئی عہدہ قبول نہیں کریں گے۔ اس نے آپ کی

خدمت میں عہدۂ قضا پیش کیا آپ نے یہ کہہ کر انکار دیا کہ میں اس کے لائق نہیں، منصور نے جھنجھلا کر کہا: تم جھوٹے ہو، امام صاحب نے فرمایا: اگر میں سچا ہوں تو ثابت کہ میں عہدۂ قضا کے لائق نہیں اور اگر جھوٹا ہوں تو بھی عہدۂ قضا کے لائق نہیں؛ اس لیے کہ جھوٹے کو قاضی بنانا جائز نہیں۔ اس پر بھی منصور نہ مانا اور قسم کھا کر کہا: تم کو عہدۂ قضا قبول کرنا پڑے گا۔ امام اعظم نے بھی قسم کھائی کہ ہرگز قبول نہ کروں گا۔ ربیع نے غصہ سے کہا کہ ابو حنیفہ! تم امیر المومنین کے مقابلے میں قسم کھاتے ہو، آپ نے فرمایا: ہاں! اس لیے کہ امیر المومنین کو قسم کا کفارہ ادا کرنا میری بہ نسبت زیادہ آسان ہے۔ اس پر منصور نے ناراض ہو کر آپ کو قید خانہ بھیج دیا۔

قید خانہ میں وفات:

عہدۂ قضا قبول نہ کرنے کی وجہ سے منصور نے امام اعظم رضی اللہ عنہ کو قید تو کرا دیا مگر وہ ان کی طرف سے مطمئن نہ تھا۔ بغداد چوں کہ دار السلطنت تھا اس لیے تمام دنیاے اسلام کے علما، فقہا، امرا، تجار، خواص، عوام بغداد آتے تھے، آپ کا غلغلہ پوری دنیا میں گھر گھر پہنچ چکا تھا، قید و بند نے آپ کی عظمت و اثر کو بجائے کم کرنے کے اور زیادہ بڑھا دیا تھا، جیل خانے میں ہی لوگ جاتے اور فیض یاب ہوتے حضرت امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اخیر وقت تک قید خانے ہی میں تعلیم حاصل کرتے رہے۔

منصور نے دیکھا کہ یوں کام بننے والا نہیں تو خفیہ زہر دلوا دیا، جب امام اعظم کو زہر کا اثر محسوس ہوا تو بارگاہ الٰہی میں سجدہ ریز ہو گئے اور اسی حالت میں روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ یہ عظیم سانحہ ۲؍ شعبان المعظم ۱۵۰ھ میں پیش آیا اس وقت آپ کی عمر ستر سال تھی۔

تجہیز و تکفین:

قاضی بغداد حسن بن عمارہ نے غسل دیا، وصال کی خبر سنتے ہی جم غفیر اکٹھا ہو گیا، پہلی بار نماز جنازہ میں پچاس ہزار کا مجمع موجود تھا، اس پر بھی آنے والوں کا تانتا بندھا ہوا تھا۔ چھ بار نماز جنازہ ہوئی، اخیر میں آپ کے صاحب زادے حضرت حماد نے نماز جنازہ پڑھائی اور عصر کے قریب دفن کی نوبت آئی۔

حضرت امام اعظم نے وصیت کی تھی کہ انھیں خیزران کے قبرستان میں دفن کیا جائے اس

لیے کہ یہ جگہ غصب کردہ نہیں تھی، اس کے مطابق آپ کو اس کے مشرقی حصے میں دفن کیا گیا۔(نزہۃ القاری، شرح صحیح البخاری، ج:۱، ص:۱۴۴-۱۴۲)

مزار پر انوار کے فیوض و برکات:

حضرت امام اعظم کا مزار پر انوار اس وقت سے لے کر آج تک مرجع عوام و خواص ہے، حضرت امام شافعی نے فرمایا: میں امام اعظم ابو حنیفہ کے توسل سے برکت حاصل کرتا ہوں، ان کے مزار کی زیارت کے لیے جاتا ہوں، جب کوئی حاجت پیش آتی ہے تو ان کے مزار کے پاس دو رکعت نماز پڑھ کر دعا کرتا ہوں تو مراد پوری ہونے میں دیر نہیں لگتی۔

(الخیرات الحسان، فصل:۳۵، ص:۱۴۵)

سلطان الپ ارسلان نے ۴۵۹ھ میں آپ کے مزار پاک پر ایک عالی شان قبہ بنوایا، اور اس کے قریب ہی ایک مدرسہ بھی بنوایا، یہ بغداد کا پہلا مدرسہ تھا، نہایت شان دار، لاجواب عمارت بنوائی، اس کے افتتاح کے موقع پر بغداد کے تمام علما و عمائد کو مدعو کیا، یہ مدرسہ "مشہد ابو حنیفہ" کے نام سے مشہور ہے، اس مدرسہ سے متعلق ایک مسافر خانہ بھی تھا جس میں قیام کرنے والوں کو اور سہولتوں کے علاوہ کھانا بھی ملتا تھا، بغداد کا مشہور دارالعلوم نظامیہ اس کے بعد قائم ہوا۔(نزہۃ القاری، شرح صحیح بخاری، ج:۱، ص:۱۶۴)

حلیہ:

امام ابو یوسف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

آپ بہت خوب صورت، فصیح اللسان، شیریں بیان اور اپنے مقصود کو بہت واضح انداز میں پیش فرماتے تھے۔

امام اعظم ابو حنیفہ کے صاحب زادے حضرت حماد نے فرمایا:

آپ دراز قامت گندمی رنگ والے، حسین، خوب رو اور باہیبت تھے، بلا وجہ بات نہ کرتے اور لایعنی باتوں میں نہ پڑتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک نے فرمایا:

آپ خوب صورت تھے اور عمدہ کپڑے پہنتے تھے۔(الخیرات الحسان، فصل:۵، ص:۵۴)

کتابیات

● **أخبار أبي حنيفةوأصحابه،**للقاضي حسين الصيمري، (مشموله) خمسة كتب فى مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة النعمان، الناشرون: تلاميذ صف الفضيلة ، العام الأول (۳۸-۱٤۳۷ھ - ۱۷-۲۰۱٦م) الجامعة الشرفية ، مبارك فور ، أعظم جره، الهند

● **الإنتقاء في فصائل الثلاثة الأئمة الفقهاء : مالك و الشافعي و ابي حنيفة رضي الله عنهم اجمعين،** للإمام أبي عمر يوسف بن عبد البر النمري القر طبي، (ت٤٦٣ھ) دارالكتب العلميه، بيروت،لبنان.

● **تاريخ بغداد،** للعلامةأحمد بن علي أبى بكر الخطيب البغدادي،دار الكتب العلمية، بيروت.لبنان

● **تبييض الصحيفة،** للإمام جلال الدين السيوطي (ت: ۹۱۱ھ) (مشمولة) مجموعة خمسة كتب في مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة النعمان.الناشرون:تلاميذ صف الفضيلة،العام الأول (۳۸-۱٤۳۷ھ- ۱۷-۲۰۱٦م) الجامعة الأشرفية مبارك فور اعظم جره، الهند .

● **تهذيب الكمال،** للعلامة يوسف بن الزكي عبد الرحمٰن أبي الحجاج المزي ، التحقيق: بشارعوادمعروف، الطبعة الأولى(۱٤۰۰ھ- ۱۹۸۰م)

مؤسسةالرّسالة، بيروت،لبنان.

● **تهذيب التهذيب،** للعلامة ابن حجر العسقلاني،موقع يعسوب

● **الخيرات الحسان،** للعلامة ابن حجرالهيتمى(ت: ۹۷٤ھ) (مشمولة) مجموعة خمسة كتب في مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة

النعمان،الناشرون:تلاميذ صف الفضيلة،العام الأول (٣٨-١٤٣٧هـ-١٧-٢٠١٦م) الجامعة الأشرفية،مبارك فور اعظم جره، الهند.

● **السُنّةومكانتها في التشريع الإسلامي،** للدكتور مصطفى السباعى، الطبعة الرابعة (١٤٠٥هـ-١٩٨٥م)المكتب الإسلامي،بيروت.

● **الطبقات الكبري،** للعلامة محمد بن سعد بن منيع أبي عبد الله البصري الزّهري، دارصار، بيروت، لبنان.

● **عمدة القاري شرح صحيح البخاري،** للعلامة بدر الدين العيني الحنفي، المكتبة الشاملة.

● عقود الجمان، للإمام محمد بن يو سف الصالحي (ت: ٩٤٢هـ) (مشمولة) مجموعة خمسة كتب في مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة النعمان.الناشرون:تلاميذ صف الفضيلةالعام الأول (٣٨-١٤٣٧هـ-١٧-٢٠١٦م) الجامعة الأشرفية،مبارك فور،اعظم جره، الهند.

● **مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة،** للعلامة حافظ الدين محمد بن محمد بن شهاب الدين الكردرى، (ت: ٨٢٧هـ) الناشرون:تلاميذ صف الفضيلة(السنة الأولى ٣٦-١٤٣٥هـ) الجامعة الأشرفية،مبارك فور،اعظم جره، الهند.

● **مجلة الجامعة الإسلامية بالمدينة المنورة،** مجلة الجامعة على الأنترنت، المكتبةالشاملة.

● **نزهة القارى شرح صحيح البخارى، فقيه الهند،** علامة ،محمد شريف الحق امجدى، عليه الرحمة دائرة البركات ، گھوسى ، مئو، انڈيا، طباعت ١٤٠٤هـ-١٩٨٤م